Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 4, 2025

A Comparative Study of Symbolic Exegesis in Tafsīr al-Tustarī and Laṭāʾif al-Ishārāt

تفسیر تُستری اور لطائف الاشارات کے اشاری مباحث کا تقابلی مطالعہ

Sumaira Ashraf
Teaching Assistant
Department of Islamic Learning, University of Karachi
Email: sumairaashraf427@gmail.com

Dr. Muhammad Atif Aslam Rao
Assistant Professor
Department of Islamic Learning, University of Karachi
Email: dratifrao@uok.edu.pk

Abstract
This study explores a comparative analysis of the esoteric or allusive themes (ishārī mabāḥith) found in two of the most prominent Sufi Qur'anic commentaries: Tafsir al-Tustarī by Sahl ibn ʿAbdullāh al-Tustarī and Laṭāʾif al-Ishārāt by Abū al-Qāsim al-Qushayrī. Both works represent early and mature phases of Sufi exegesis, offering spiritual interpretations beyond the literal meaning of the Qur'an. The introduction provides a brief historical and intellectual background of both exegetes and situates their works within the broader tradition of tafsīr ishārī. The core research question guiding this study is: How do Tafsir al-Tustarī and Laṭāʾif al-Ishārāt differ and converge in their presentation of esoteric Qur'anic themes? Methodologically, this research adopts a qualitative and comparative textual approach, analyzing selected verses interpreted by both scholars and categorizing their spiritual insights thematically.
The study highlights the nuanced ways in which mystical concepts such as maʿrifah (gnosis), tawḥīd (divine unity), fanāʾ (annihilation), and mujāhadah (spiritual struggle) are treated. For students of Qur'anic exegesis, particularly those interested in spiritual hermeneutics, this research offers valuable insights into how early Sufis engaged with the Qur'an, and how their distinctive approaches contribute to the multidimensional understanding of the sacred text.

Keywords: Ishārī Mabāḥith, Tafsir Al-Tustarī, Sahl Ibn ʿAbdullāh Al-Tustarī And Laṭāʾif Al-Ishārāt By Abū Al-Qāsim Al-Qushayrī

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

قرآنِ کریم ایک زندہ جاوید کتاب ہے جو قیامت تک اپنی حقانیت کے نور سے دنیا کو منور کرتی رہے گی۔اس کی تشریح وتوضیح کا سلسلہ نزولِ وحی سے آج تک جاری ہے۔صحابۂ کرام کے بعد بھی متعدد ایسی عظیم شخصیات پیدا ہوئیں جنھوں نے قرآن کی روشنی سے قلوب کو منور کیا۔اولیاءاللہ کا بنیادی مشن قرآنِ کریم کے علوم کو عام کرنا اور دلوں میں محبتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ کا بیج بونا ہے تاکہ ایسے نفوس تیار کیے جائیں جو بنی نوع انسان کے لیے باعثِ رحمت ہوں۔ان ہستیوں میں صوفی مفسرین کا نمایاں مقام ہے، جنھوں نے تفسیرِ اشاری کے ذریعے ربانی مفاہیم کو ایک منفرد انداز میں واضح کیا۔ تفسیرِ اشاری کے پہلے ارتقائی دور کے صوفی مفسرین جنھوں نے قرآنِ حکیم کی اشاری تفسیر میں گراں قدر خدمات انجام دیں ان میں تیسری صدی ہجری کے معروف مفسر امام سہل بن عبداللہ تستری اور چوتھی صدی ہجری کے امام عبدالکریم القشیری شامل ہیں۔زیرِ نظر مقالہ میں تفسیرِ اشاری کے ضمن میں دونوں تفاسیر کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔

تفسیرِ اشاری

تفسیرِ اشاری دراصل قرآنِ کریم کی آیات کے وہ لطیف اور باطنی معانی ہیں، جن کا ادراک صرف وہی افراد کر سکتے ہیں جو مقامِ کشف وشہود پر فائز ہوں۔ یہ نکات اگرچہ ظاہری معنی کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں، لیکن ان سے متعارض نہیں ہوتے۔ایسے معانی کا منبع ومصدر الہاماتِ ربانیہ ہوتے ہیں، جنہیں اصطلاحاً "علمِ لدنی" کہا جاتا ہے۔شیخ زرقانی کے نزدیک تفسیرِ اشاری اس طرزِ تفسیر کو کہا جاتا ہے جس میں قرآنِ کریم کی آیات کی تشریح محض ظاہری معانی پر اکتفا کیے بغیر، ان کے باطنی اشارات ونکات کو مدنظر رکھتے ہوئے کی جاتی ہے۔ان باطنی اسرار ورموز تک وہی افراد رسائی کر سکتے ہیں جو سلوک وتصوف کے مدارج طے کر چکے ہوں۔تاہم اس فن میں بعض مفسرین نے باطنی اور ظاہری معانی کو باہم ہم آہنگ کرتے ہوئے ایسی جامع تفسیر پیش کی ہے جو دونوں پہلوؤں کو یکجا کرتی ہے۔(1)

مختصر تعارفِ تفاسیر ومفسرین

امام سہل بن عبداللہ تستری کا مختصر تعارف

[1] محمد عبدالعظیم الزرقانی، مناھل العرفان فی علوم القران، عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ، بیروت، 1943ء، ج 2، ص 56

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

اس تفسیر کے مؤلف امام ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری(متوفی283ھ)ہیں۔امام تستری 200ھ یا 201ھ میں تستر(بصرہ کے قریب ایک شہر)میں پیدا ہوئے،اسی وجہ سے تستری کہلائے۔[2]آپ کا شمار کبار عارفین میں ہوتا ہے۔صاحبِ کمالات و کرامات مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کی ملاقات مشہور صوفی حضرت ذوالنون مصری سے بھی ہوئی۔آپ کو اعلیٰ درجے کا اجتہاد بھی حاصل تھا،آپ کافی عرصہ بصرہ میں اقامت پذیر رہے۔[3]آپ کی تصانیف میں تفسیر القرآن العظیم، دقائق المحبین، رسالة فی الحروف، رسالة فی الحکم والتصوف اور سلسبیل سهلیة الغایة لاهل النهایه شامل ہیں۔[4]

تفسیر القرآن العظیم کا تعارف

تفسیرِ تستری، تفسیرِ اشاری کی ایک بہترین کاوش ہے۔جس کے ذریعے مفسر نے حقیقتِ نفس اور معرفتِ الٰہی کا شعور پیدا کیا۔تفسیرِ تستری حجم کے اعتبار سے مختصر ہے،کیوں کہ اس میں ہر آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ تمام سورتوں میں سے کچھ مخصوص آیتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے،یہ ایک جلد پر مشتمل ہے۔امام تستری نے اس کا نام "تفسیر القرآن العظیم" رکھا۔امام تستری ظاہری معانی کے ضمن میں باطنی معانی بیان کرتے ہیں گویا یہ قرآن کریم کے ظاہر و باطن کا حسین امتزاج ہے۔[5]

امام ابو القاسم عبد الکریم القشیری کا مختصر تعارف

امام قشیری کا پورا نام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری(متوفی465ھ)تھا،آپ 376ھ میں نیشاپور کے قبیلے قشیر میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے نیشاپوری اور قشیری کہلائے۔[6] آپ تصوف، حدیث، تفسیر اور فقہ کے میدان میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور آپ کی تصنیفات آج بھی اسلامی علوم

[2] ۔ ابن الاثیر الجزری، الکامل فی التاریخ،دار الکتب العلمیہ،بیروت،1998ء،ص389
[3] ۔ ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری، تفسیر القرآن العظیم،دار الحرم، القاھرہ،2004،ص67
[4] ۔ابوالفرج محمد بن اسحاق الندیم،الفہرست،دار المعرفة،بیروت،بدون سنہ،ص263
[5] ۔ محمد حسین الذہبی،التفسیر والمفسرون،دار الکتب الحدیث،القاھرہ،2000، ص553
[6] ۔ ابن الصلاح،طبقات الفقهاء الشافعية،دار البشائر الاسلامیہ،بیروت، 1994ء،ج2،ص563

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

میں ایک اہم حوالہ سمجھی جاتی ہیں۔امام قشیری نے ابتدا میں فقہ،اصول فقہ اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کی۔[7] بعدازاں تصوف کی جانب توجہ کی۔آپ کی شخصیت علم و عمل کا حسین امتزاج تھی۔[8]

لطائف الاشارات کا تعارف

یہ صوفیانہ تفسیر ایک عظیم صوفی مفسر ابوالقاسم القشیری کا شاہکار ہے،یہ کتاب آیاتِ قرآنیہ کی باطنی وروحانی تشریحات پر مشتمل ہے۔اس میں صوفیانہ اشارات کو قرآن کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے دیگر علوم سے بھی استفادہ کیا گیا۔[9]تصوف کی تفہیم میں اسے ایک اہم مقام حاصل ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر نہ صرف قرآن کریم کے مفہوم کو گہرائی تک سمجھنے میں مدد دیتی ہے بلکہ تصوف کی پیچیدگیوں کو آسان الفاظ میں واضح کرتی ہے۔[10]مختلف زبانوں میں اس کے تراجم بھی کیے گئے ہیں۔اس کتاب کے اہم موضوعات عشقِ الٰہی، تقویٰ اور تزکیۂ نفس ہیں جو اس کی خاص پہچان ہیں۔یہ کتاب قربِ الٰہی کے حصول کا اہم ذریعہ ہے۔

تفسیر القرآن العظیم اور لطائف الاشارات کے مشترکہ مناہج واسالیب

تفسیر القرآن العظیم اور لطائف الاشارات اپنے مناہج واسالیب کی وجہ سے ممتاز ہیں لیکن چوں کہ ان کا تعلق ایک ہی دور سے ہے جس کی بناپر کئی مشترکہ خصوصیات کی حامل ہیں۔مذکورہ تفاسیر کے مشترکہ مناہج کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی مختصر تفاسیر

تفسیر تستری اور تفسیر قشیری قرآن کریم کی مختصر تفاسیر ہیں۔تفسیر تستری صرف ایک جلد پر جب کہ تفسیر قشیری تین جلدوں پر مشتمل ہے۔مفسرین نے قرآنی معانی میں انتہائی اختصار اور جامعیت کا خیال رکھا ہے۔امام تستری ہر آیت کی تفسیر دو یا تین جملوں سے زیادہ نہیں کرتے،مثلاً فرمانِ خداوندی

7۔تاج الدین السبکی،طبقات الشافعیہ الکبریٰ،عیسیٰ البابی الحلبی،مصر،1967ء،ج5،ص156
8۔ابوالقاسم القشیری،لطائف الاشارات،دار الکاتب العربی،القاہرہ،بدون سنہ،ج1،ص38
9۔ابو بکر احمد الخطیب البغدادی،تاریخ بغداد،السعادۃ،مصر، 1931ء،ج11،ص83
10۔شمس الدین محمد بن علی الداؤدی،طبقات المفسرین،الاستقلال الکبریٰ،مصر،بدون سنہ،ج2،ص343

OPEN ACCESS

ہے:﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ﴾[11] کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

وراس الطواغيت كلها النفس الامارة بالسوء، لان الشيطان لا يقدر على الانسان الا من طريق هوى النفس۔[12]

"تمام شیطانوں کا سرغنہ نفس امارہ ہے کیوں کہ شیطان انسان پر قادر نہیں ہو سکتا مگر خواہشِ نفس کے راستے سے ہوتا ہے۔"

اسی طرح اختصار کا منہج امام قشیری کے ہاں بھی موجود ہے۔ مثلاً فرمان باری:﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا﴾[13] کے تحت بیان کرتے ہیں:

هذا جواب القسم ای لقد افلح من زكاها۔ ويقال من زكا ه الله عزوجل۔[14]

"یہ قسموں کا جواب ہے، یقیناً وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ کہا گیا کہ جسے اللہ پاک کر دے۔"

صوفیاء کرام عموماً مختصر پیرائے میں بات کو سمیٹ دیتے ہیں کہ معانی بھی مکمل ہوں اور قاری یا سامع کو طوالت کی دشواری بھی نہ ہو۔ یہی طرزِ تحریر آپ کی تفاسیر میں بھی نمایاں ہے۔

صوفیانہ نظریات پر مشتمل تفاسیر

مذکورہ دونوں مفسرین عارف باللہ تھے اور ان کی تفاسیر میں یہی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ جا بجا آیات میں باطنی اور اشاری پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کے فرمان ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾[15] کی تفسیر میں امام تستری بیان کرتے ہیں:

المرادُ بالاستطاعة زادُ السفرِ والراحلةُ، ثم سُئل:وما زادُ السفرِ؟قال:هو ذكرُ الحبيبِ،وأما الراحلةُ فهي الصبرُ۔[16]

"یہاں استطاع سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے۔ پوچھا گیا کہ زادِ سفر کیا ہے؟ تو فرمایا: زادِ راہ محبوب کا ذکر ہے اور سواری صبر ہے۔"

امام قشیری کی تفسیر بھی اسی منہج کا مظہر ہے، اس کی مثال اللہ تعالی کے فرمان:﴿ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾[17] کے تحت ظاہری اور

[11]۔البقرہ،257/2
[12]۔تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص107
[13]۔ الشمس، 9/91
[14]۔القشیری، لطائف الاشارات، ج3، ص425
[15]۔آل عمران، 97/3
[16]۔تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص50

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

باطنی معنی بیان کرتے ہیں:

هَذَاكتاب هُوَ بُرْهَانٌ وَحُجَّةٌ، وَنُورٌ وَمَحَبَّةٌ، لِمَنْ عَصَمَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مِنْ ظُلُمَاتِ الْجَهْلِ، وَأَنْعَمَ عَلَيْهِ بِبَصِيرَةِ الْعَقْلِ، وَاخْتَصَّهُ بِحَقَائِقِ الْوِصَالِ. وَهَذَا الْكِتَابُ شِفَاءٌ لِلْأَوْلِيَاءِ، وَعَمًى وَبَلَاءٌ عَلَى الْأَعْدَاءِ. إِنَّ الْمُتَّقِيَ هُوَ الَّذِي لَا يُعْجَبُ بِتَقْوَى الْمُتَّقِينَ، وَلَا يَتَّكِلُ عَلَى تَقْوَاهُ، وَلَا يَرَى نَجَاتَهُ إِلَّا بِفَضْلِ مَوْلَاهُ۔[18]

"یہ کتاب دلیل اور حجت ہے، روشنی اور محبت ہے، اس کے لیے جسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے جہالت کی تاریکیوں سے بچایا اور اس پر عقل کی بینائی کا انعام کیا اور اسے حقیقتِ وصال کے ساتھ خالص کر دیا۔ یہ کتاب اولیاء کے لیے شفاء ہے اور دشمنوں کے لیے اندھاپن اور بلا۔ متقی وہ ہے جو پرہیزگاروں کی پرہیزگاری کو دیکھ کر تعجب نہ کرے، اپنی پرہیزگاری پر بھروسہ نہ کرے اور اپنی نجات کو صرف اپنے مولا کے فضل میں دیکھے۔"

ظاہری معنیٰ یہ ہیں کہ یہ کتابِ ہدایت، متقین کے لیے تحفۂ خداوندی ہے جب کہ اس کے باطنی معنیٰ اس کتاب کی روحانی ہدایت اور تقویٰ واستقامت کی تعلیم ہے کہ جو اپنے رب کے مقربین میں شمولیت اختیار کرنا چاہے وہ اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لے کہ یہی اس تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ تفاسیر صوفیانہ طرز پر ہیں، اس میں قرآنی معانی کو ظاہری اور باطنی دونوں طرز میں بیان کیا گیا ہے۔

تصریحاتِ آیات میں اشعار کا استعمال

صحابہ کرام اور تابعین قرآن کریم کی آیات کی تصریح میں اشعارِ عرب اور لغت کا استعمال کرتے تھے۔ امام تستری بھی ادبی ذوق رکھتے ہیں۔ آپ اکثر مقامات پر موقع اور محل کی مناسبت سے آیت کی تفسیر میں اشعار بھی نقل کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم کی آیت ﴿قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ۔ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾[19] کی تفسیر میں آپ لکھتے ہیں:

"اِذا کان فی علمه السابق الازلی امر فاراد اظهاره قال له کن فیکون، شعر:

قضٰی قبل خلق الخلق ما هو خالق　　خلائق لایخفٰی علیه امورها

[17] ۔البقرہ، 2/2
[18] ۔ القشیری، لطائف الاشارات، ج1، ص18
[19] ۔ آل عمران، 47/3

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

هواها ونجواها ومضمر قلبها وقبل الهوٰى ماذا يكون ضميرها[20]

"جب اس کے سابق وازلی علم میں کوئی معاملہ ہو اور وہ اس کے اظہار کا ارادہ کرے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے اس کو شاعر نے یوں بیان کیا۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی جو کچھ وہ پیدا فرمانے والا تھا، اس کا فیصلہ فرمادیا تھا۔ وہ تمام مخلوقات کے حالات سے بخوبی واقف ہے، ان میں سے کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ ان کی چاہت، ان کی سرگوشیاں اور ان کے دلوں کے چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے اور خواہش کے پیدا ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ ان کا باطنی حال کیا ہوگا۔"

مختلف مقامات پر آپ نے اشعار کے ذریعے بات کو واضح کیا جس سے الفاظ کی اپنے روحانی معنی پر دلالت کا ثبوت ملتا ہے۔

یہ انداز امام قشیری کے ہاں بھی پایا جاتا ہے۔ جس سے آپ کے ادبی ذوق کے ذریعے معانی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔ آپ کی تفسیر میں اشعار کی اتنی کثرت پائی جاتی ہے کہ اگر ان اشعار کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ایک دیوان مرتب کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ آیت: ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾[21] کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

وقيل إن المقصود بذلك هو ما نقش في قلوب أوليائه من الإيمان والمعرفة، والمودة والإحسان، وإن رسائل الأحباب غالية عند الأحباب، خصوصًا عند تعذر اللقاء.فبها يكون سلوى قلوبهم وراحتهم، وفيها دواؤهم وحياتهم. وفي معناه أنشدوا:

ورد الكتاب بما أقرّ عيوننا وشفى القلوب فنلن غايات المنى

وتقاسم الناس المسرة بينهم قسما وكان أجلهم حظّا أنا[22]

"اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ (حقیقت) ہے جو اللہ کے اولیاء کے دلوں میں ایمان، معرفت، محبت اور احسان کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ بے شک محبوبوں کے خطوط محبوبوں کے لیے بہت عزیز ہوتے ہیں، خاص طور پر جب ملاقات ممکن نہ ہو۔ تو محبوبوں کے خطوط ہی ان کا سہارا اور انس ہوتے ہیں اور انہیں میں ان کی شفا اور روح کی تازگی ہوتی ہے۔ اسی معنی میں کسی نے یہ شعر کہا:

20 ۔ تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص122

21 ۔ البقرہ،2/2

22 ۔ القشیری، لطائف الاشارات، ج1، ص18

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

نامہ اس مضمون کے ساتھ آیا جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور دلوں کے لیے شفا بخش بن گیا، چناں چہ ہم نے اپنی سب آرزوؤں کی انتہا کو پالیا۔ لوگوں نے آپس میں خوشی بانٹ لی، لیکن ان سب میں سب سے بڑا نصیب ہمارا ہی تھا۔"

امام قشیری کا یہ منہج اور اسلوب نہ صرف ان کے زمانے میں بلکہ بعد میں آنے والی صوفیانہ تفسیروں پر بھی اثر انداز ہوا۔ دونوں تفاسیر کا طریقہ کار قرآن کی علمی و روحانی تفسیر کو ایک نیا رخ دیتا ہے، جس میں تصوف کی بنیاد پر قرآن کے پیغامات کو سمجھا جاتا ہے۔ آپ کی تفاسیر نے قرآن کی تعلیمات کو نہ صرف ذہنی بلکہ روحانی سطح پر بھی سمجھنے میں مدد فراہم کی۔

تفسیر القرآن العظیم اور لطائف الاشارات میں مفسرین کے تفسیر اشاری سے پیش نظر مقاصد

مذکورہ تفاسیر میں مفسرین نے قرآنی آیات کو اس طرح بیان کیا کہ ان میں صوفیانہ رموز اور روحانی اشارے چھپے ہوتے ہیں۔ ان دونوں تفاسیر میں انسانی نفسیات کا گہرا تجزیہ پیش کیا گیا ہے، انسان کی روحانیت، نفس کی اصلاح اور اخلاقی بہتری کی بات کی گئی ہے۔ یہ وہ بنیادی خصوصیات ہیں جو بہ کثرت قاری کے قلوب واذہان کو متاثر کرتی ہیں۔

مقالہ کو طوالت سے بچانے کے سبب عقائد و عبادات سے متعلقہ آیات کی تفاسیر کا تقابل پیش کیا جائے گا تاکہ دونوں تفاسیر کے مباحث و مقاصد کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

عقائد سے متعلق آیات کے صوفیانہ مباحث کا تقابلی مطالعہ

تفسیرِ تستری اور لطائف الاشارات میں عقائد سے متعلق متعدد آیات کی تفسیر، اشاری انداز میں کی گئی ہے، جہاں مفسرین نے روحانی نکات کو اجاگر کرتے ہوئے اس پہلو کو واضح کیا ہے کہ عقائد کے ظاہری اثرات کے ساتھ ساتھ باطنی و روحانی فوائد بھی انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ چوں کہ عقیدہ کا تعلق براہِ راست دل سے ہوتا ہے، اس لیے دل کی طہارت اور پاکیزگی نہایت اہم ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان صوفی مفسرین نے تفسیرِ اشاری کو دلوں کی تطہیر کا ذریعہ بنایا، تاکہ انسان تصفیۂ قلب کی اہمیت کو سمجھ کر اپنے عقائد کی اصلاح اور استحکام کی طرف مائل ہو سکے۔

شرک کی مذمت

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ایسا ناپسندیدہ عمل ہے کی جس کی کوئی معافی نہیں۔اس کے بارے میں فرمانِ خداوندی:﴿فَلَاتَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[23] کی تفسیر میں امام تستری بیان کرتے ہیں:

ای اضداد فاکبر الاضداد النفس الامارة بالسوء، المتطلقة إلى حظوظها ومناها بغير هدى من الله۔[24]

"انداد کے معنی ہیں ضد اور مخالف، برائی کے ساتھ نفس امارہ سب سے بڑا مخالف ہے جو ہدایتِ خداوندی کے برعکس لوگوں کو خواہشات نفس کی پیروی کی تلقین کرتا ہے۔"

امام تستری کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ انداد کا مفہوم وسیع ہے اور نفس امارہ بھی اس میں شامل ہے۔ گویا آیت کے معانی یہ ہیں کہ کسی بت، شیطان یا نفس امارہ کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔اس آیت میں امام تستری یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نفس امارہ اس اعتبار سے خدا کا شریک ہے کہ وہ نفسِ انسانی کو غلط راہ پر ڈالتا ہے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہے،لوگوں نے جو بت بنائے تھے وہ بھی منشائے ربانی کے خلاف تھے۔

اسی طرح امام قشیری بھی یہی طرز اپناتے ہوئے شرک کی مذمت کرتے ہیں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کو شرک میں شمار کرتے ہیں کہ دل کی پاکیزگی اور خدا کے ساتھ تعلق کی اصل وجہ ہی روحانی ترقی ہے۔فرمانِ باری:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾[25] کی تفسیر میں امام قشیری کہتے ہیں:

طولب العوام بترك الشرك الظاهر، وطولب الخواص بترك الشرك الخفي، فمن تقرب إلى الله بعمله وظنه من كسبه، أو اعتقد أن أحكام الله تعالى متوقفة على حركاته وسكناته، أو التمس رضا المخلوق، أو راعى هوى نفسه، فهو عند أهل الحقائق في عين الشرك[26]

"عام لوگوں سے ظاہر شرک ترک کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، جب کہ خواص سے باطنی اور پوشیدہ شرک سے اجتناب کرنے کا تقاضا کیا گیا ہے۔ چناں چہ

23۔ البقرہ،22/2
24۔ تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص90
25۔ النساء،48/4
26۔ القشیری، لطائف الاشارات، ج1، ص210

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

جو شخص اپنے عمل کے ذریعے اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرے اور اسے اپنا ذاتی کمال سمجھے، یا یہ گمان کرے کہ اللہ تعالی کے احکام اس کے اعمال و حرکات کے مرہونِ منت ہیں، یا مخلوق کی رضا کو مد نظر رکھے یا اپنے نفس کی خواہشات کو پیشِ نظر رکھے، تو اہلِ حقیقت کے نزدیک وہ شرک میں مبتلا ہے۔"

اس آیت میں شرک کی شدت اور اس کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ دل کی صفائی کی اہمیت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ان کے مطابق انسان کا دل جب تک ہر طرح کے شرک سے پاک نہیں ہو گا، تب تک وہ اللہ کے قریب نہیں جا سکتا۔اس لیے آپ انسان کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ وہ اپنے دل کو ہر قسم کے شرک سے صاف کرے تاکہ اللہ کی رضا اور معافی حاصل ہو سکے۔

مشاہدہ خلق سے معبودِ واحد کا ثبوت

اللہ تعالیٰ کا جلوہ پوری کائنات میں عیاں ہے۔اس طرف متوجہ کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی نازل کردہ آیت:﴿اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾[27] کے تحت امام تستری فرماتے ہیں:

ذکراللہ تعالیٰ قدرته فی خلقه، ووصف حاجتهم الیه، اما خلق من شیء سمعوه ولم یروه فاغتروا به، ولو شاهدوا ذالک بقلوبهم لآمنو بالغیب، فاذا هم الایمان الی مشاهدة الغیب الذی غاب عنهم، وورثوا درجات الابرار فصاروا اعلاماً للهدی۔[28]

"خدا تعالیٰ کا ذکر اور اس کی قدرت، اس کی تخلیق میں ظاہر ہے اور پوری کائنات اپنی حاجتوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور بیان کرتی ہے۔جیسا کہ اس نے کچھ پیدا کیا جو انہوں نے سنا اور نہ دیکھا، اس لیے وہ اس سے دھوکہ کھا گئے اور اگر وہ اسے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھتے تو وہ ضرور غیب پر ایمان لے آتے۔ کیوں کہ مشاہدہ غیب کے ذریعے ایمان لانا ہی اصل ایمان ہے اور یہی لوگ نیکوکاروں کے درجات تک پہنچ جاتے ہیں اور ہدایت کی نشانیاں پا لیتے ہیں۔"

کائنات کی منظم ترتیب ہی ایک معبود کی طرف نشان دہی کرتی ہے اور کائنات میں مشاہدہ کرنے والے اس راز کو پا لیتے ہیں کہ مالکِ کائنات صرف ایک

27۔ الاعراف، 185/7
28۔ تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص155

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 4, 2025

ہی ذات ہے، اگر کائنات کے مالک ایک سے زیادہ ہوتے تو ضرور اس میں اختلاف وفساد برپا رہتا۔

اسی آیت کے ذیل میں امام قشیری جو اشاری نکات کا تذکرہ کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

ویقال ألاح الله تعالى لقلوب الناظرين بعيون الفكر- حقائق التحصيل فمن لم يعرّج فى أوطان التقصير أنزلته مراكب السرّ بساحات التحقق۔[29]

"کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فکر کی نگاہوں سے دیکھنے والوں کے دلوں پر معرفت کے حقائق کو آشکار کر دیا۔ پس جو لوگ تقصیر کے مقام پر نہیں رکے، انہیں اسرار کی سواریوں نے حقیقت کے میدانوں تک پہنچا دیا۔"

امام قشیری کی اس تفسیری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ فکر وتدبر سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور سستی یا خود پر مایوسی طاری کیے بغیر مسلسل آگے بڑھتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ خاص اسرار کے ذریعے معرفت کے بلند مقامات تک پہنچا دیتا ہے۔

نعمتوں کا منجانبِ اللہ ہونا

اللہ تعالیٰ انسانوں پر نہایت مہربان ہے اور وہ اپنے بندوں کو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار۔ جب کہ انسان اپنی ہر تکلیف اور مصیبت کا خود ذمہ دار ہے، اپنے برے اعمال سے مصائب مول لیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ حق ہے: ﴿وَمَابِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ﴾[30] اس کی تفسیر میں امام تستری فرماتے ہیں:

اذا احب الله بعبده يلهمه الاستغفار عند التقصير،والشكر له عند النعمة،وانما ارادوا بالنية ان يتعرفوا بها نعم الله تعالىٰ عليهم فيدوم لهم الشكر ويدوم لهم المزيد۔[31]

"جب اللہ اپنے بندے سے بہت محبت کرتا ہے تو گناہ کے بعد اس کو استغفار کی طرف راغب کر دیتا ہے اور نعمت ملنے پر شکر کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور جب وہ اپنے رب کی نعمتوں کو جان لینے کے بعد شکر اور استغفار کرتے رہنے کا پختہ ارادہ کر لیتے ہیں تو وہ ان کے شکر کو دوام عطا کرتا ہے اور ان کو مزید نعمتیں

29۔ القشیری، لطائف الاشارات، ج1، ص593
30۔ النحل، 53/16
31۔ تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص182

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 4, 2025

بھی عطا کرتا ہے۔"

امام قشیری نعمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

النّعمة ما يقرّب العبد من الحق، فأمّا مالا يوجب النسيان والطغيان، والغفلة والعصيان فأولى أن يكون محبة۔[32]

"نعمت وہ چیز ہے جو بندے کو اللہ کے قریب کر دے۔ پس جو چیز بندے میں بھول، سرکشی، غفلت یا نافرمانی پیدا نہ کرے، وہ درحقیقت اللہ کی محبت کی نشانی ہے۔"

ہر طرح کی نعمت مِن جانب اللہ ہوتی ہے۔ سب سے بہترین نعمت گناہوں پر شرمندگی اور توبہ و استغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نعمتوں کی بارش برساتا ہے اور انہیں مالا مال کرتا ہے تو بہترین بندہ وہ ہے جو ان نعمتوں پر اپنے رب کا شکر ادا کرے۔ لیکن اگر وہ مصائب بھیجے تو یہ مِن جانب اللہ نہیں ہوتے بلکہ انسانوں کے برے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں تاکہ بندہ ان مصائب پر صبر کر کے اپنے برے اعمال کی سزا دنیا میں ہی بھگت لے۔

یہ عقیدۂ توحید سے متعلق روحانی و عرفانی مباحث جنہیں مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ مذکورہ تفاسیر میں صفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق ایسے روحانی معانی بیان فرمائے ہیں جو عام عقل و شعور سے بالاتر تھے اور یوں ان آیات کے باطنی پہلو نمایاں ہو کر سامنے آئے۔

عبادات سے متعلق آیات کے صوفیانہ مباحث کا تقابلی مطالعہ

مذکورہ دونوں مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ عبادت کے لیے دل کا پاکیزہ ہونا نہایت ضروری ہے کیوں کہ پراگندہ ذہن اور آلودہ دل سے کی جانے والی عبادت نہ خدا کو پسند آتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے اصل فوائد اور اثرات مرتب کر پاتی ہے۔ اسی لیے قرآنی تفاسیر کے ذریعے دلوں کی صفائی اور باطنی اصلاح پر زور دیا اور عبادات میں تصوف کے پہلو کو نمایاں کیا، تاکہ روحانیت عبادت کا حصہ رہے اور وہ خالصتاً رضائے الٰہی کا ذریعہ بن سکے۔ ذیل میں ان عبادات کو لسانی، بدنی اور قلبی ہر انداز سے بیان کیا جاتا ہے۔

ذکرِ الٰہی

ذکرِ الٰہی ایک ایسی عبادت ہے جسے انسان ہر حال میں، وضو کے ساتھ یا بغیر وضو کے، انجام دے سکتا ہے۔ اس کی توفیق بھی اللہ ہی عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

32۔ القشیری، لطائف الاشارات، ج2، ص301

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

نے ذکر پر اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہی ذکر ہے جو مجذوبوں کے لیے موجبِ سکون بنتا ہے اور ان کے دلوں کے میل کو دور کرتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ذکر کی فضیلت کے بارے میں متعدد آیات وارد ہوئی ہیں۔ فرمانِ باری ہے: ﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾[33] اس کی تفسیر میں امام تستری تفسیر اشاری کے تحت لکھتے ہیں:

من أحب حفظ القرآن الكريم فليتعهده بثلاث ختمات وفق شرط الآية: ختمة وهو قائم يصلي، وختمة وهو جالس يتدارس، وختمة وهو مضطجع على جنبه، فإنه بإذن الله لا ينسى. ومن واصل طلب العلم مصطحبًا التقوى، ومداومًا على تلاوة القرآن الكريم، وذاكرًا لله تعالى، متبعًا لسنة النبي ﷺ، مجتنبًا اللهو واللغو، فإن الله يحفظه من الأمراض والأسقام۔[34]

"جو شخص قرآنِ کریم کو حفظ کرنا چاہے، اسے لازم ہے کہ تین مرتبہ قرآن کو مکمل کرے، اس شرط کے ساتھ کہ ایک مرتبہ کھڑے ہو کر نماز میں، ایک مرتبہ بیٹھ کر تدبر اور مطالعہ کرتے ہوئے اور ایک مرتبہ پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔ تو ان شاءاللہ وہ قرآن کو فراموش نہیں کرے گا اور جو شخص طلبِ علم میں تقویٰ کو اپنا شعار بنائے، قرآن کی تلاوت پر دوام اختیار کرے اور اللہ کا ذکر کرتا رہے، سنتِ نبوی کی پیروی کرے اور فضول مشاغل سے بچے، تو اللہ اسے بیماریوں اور جسمانی کمزوریوں سے محفوظ رکھے گا۔"

ذکر کی تفسیر میں امام قشیری اسی طرز کو اپناتے ہوئے ارشادِ باری: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾[35] کے تحت فرماتے ہیں:

الذكر استغراق الذاكر فی شهود المذكور، ثم استهلاكه فی وجود المذكور، حتى لا يبقى منک اثر يذكر، فيقال قد كان مرة فلان، وطريقة اهل الاشارة فاذكرونی بالموافقات اذكركم بالكرامات، وطريقة اهل الاشارة فاذكرونی بترک كل حظ اذكركم بان اقيمكم بحقی بعد فنائكم عنكم، فاذكرونی بقطع العلائق اذكركم بنعوت الحقائق۔[36]

"ذکر (اللہ کا) یہ ہے کہ ذکر کرنے والا مکمل طور پر مذکور (اللہ) کے مشاہدے میں محو ہو جائے، پھر اللہ کی حضوری میں یوں فنا ہو جائے کہ اُس (ذکر

33۔ آل عمران، 191/3
34۔ تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص129
35۔ البقرہ، 152/2
36۔ القشیری، لطائف الاشارات، ج3، ص425

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

کرنے والے) کا کوئی اثر باقی نہ رہے جسے یاد کیا جائے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو یوں کہنا پڑے کہ 'کبھی فلاں تھا'۔ اہلِ اشارہ (یعنی صوفیاء) کا طریقہ یہ ہے: 'پس تم مجھے یاد کرو موافقت کے ساتھ، میں تمہیں اپنی کرامتوں سے یاد رکھوں گا'۔ اہلِ حقیقت کا طریقہ یہ ہے: 'تم مجھے یاد کرو ہر قسم کے ذاتی فائدے کو چھوڑ کر، تو میں تمہیں فنا کے بعد اپنی حقیقت کے ساتھ باقی رکھوں گا'۔ یعنی: تم مجھے یاد کرو دنیا کی ہر لگن، ہر تعلق کو توڑ کر، تو میں تمہیں اپنی حقیقتوں کی صفات سے یاد رکھوں گا۔"

یہ تفاسیر ذکرِ الٰہی کے روحانی اسرار اور اہلِ سلوک کے مخصوص اندازِ فکر کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ بہت گہری صوفیانہ تعلیمات ہیں جن میں "ذکر" محض زبان کا عمل نہیں بلکہ ایک وجودی کیفیت ہے، جہاں بندہ خود کو بھول کر اللہ میں فنا ہو جاتا ہے۔ مفسرین ذکر سے اللہ کی یاد مراد لیتے ہیں خواہ اس کا انداز قرآن کریم کی تلاوت سے متعلق ہو یا کثرت سے اسے یاد کرنا ہو کیوں کہ ذکر کو ایک روحانی راہ نمائی کے طور پر پیش کرتے ہیں، جس کے ذریعے انسان اللہ کے ساتھ گہرے تعلق میں جڑ جاتا ہے۔ اسی لیے ذکر کو روح کی غذا کہا جاتا ہے۔ ذکر روحانی بیماریوں سے نجات کا ذریعہ ہے اور انسانی قلوب کی تسکین کا باعث ہے۔

اصلاحِ نفس

امام قشیری کی تفسیر کا اسلوب انسان کی داخلی تبدیلی اور روحانی ترقی پر زور دیتا ہے۔ وہ قرآن کی آیات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان میں انسان کے نفس کی اصلاح اور روح کی ترقی کے لئے راہ نمائی فراہم کی جائے۔ وہ انسان کو اپنی روحانی صفائی، اللہ کے ساتھ تعلق اور اخلاقی ترقی کی طرف مائل کرتے ہیں۔ ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾[37] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انه افلح من طهر نفسه عن الذنوب والعیوب، ثم عن الاطماع فی الاعوارض والاعراض۔ ثم ابعد نفسه عن الاعتراض علی الاقسام، وون ارتکاب الحرام وقد خاب من خان نفسه، واهملها عن المراعة، ودنسها بالنخالفات فلم یرض بعدم المعانی حتی ضم الی فقرها منها الدعاوی المظلمة۔۔۔ ففرقت فی بحر الشقاء سفینته۔[38]

37۔ الاعلیٰ، 14/87

38۔ القشیری، لطائف الاشارات، ج3، ص734

OPEN ACCESS
CC BY

Published:
August 4, 2025

"جس شخص نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ نجات پا گیا، لالچ عوض اور غرض سے پاک۔ پھر اس نے اپنے نفس کو اعتراضات مختلفہ اور ارتکاب حرام سے دور رکھا اور جس نے اپنے نفس سے خیانت کی وہ نقصان کا شکار ہوا، حق کی مخالفت کی وجہ سے۔ اس نے اپنے نفس کی نگہداشت سے غفلت برتی اور اسے نافرمانیوں سے آلودہ کر دیا۔ پھر محض معانی سے خالی ہونا ہی اسے کافی نہ لگا، بلکہ اس نے ان کی کمی کے ساتھ ظلمت زدہ دعوے بھی شامل کر دیے۔۔۔ اس کا سفینہ بد بختی کے سمندر میں ڈوب گیا۔"

نفس کی اصلاح پر زور دیتے ہوئے امام تستری آیات کے ذیل میں مختلف مباحث کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہشات کی پیروی سے بچاؤ ہی اصل نفس کو راہِ راست پر لانے کا ذریعہ ہے کہ فرمانِ خداوندی ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾[39] اس کی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں:

ای ظلمة الهوى تستر انوار ذهن النفس والروح، وفهم العقل وفطنة القلوب۔[40]

"خواہشات کا اندھیرا روح اور جان کے ذہنی نور کو ڈھانپ لیتا ہے اور عقل کی فہم اور دلوں کی ہوشیاری کو بھی۔"

فطرتِ انسانی خطا سے پاک نہیں، مگر حقیقی کامیابی اور نصرت اسی میں ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے۔ اگر کبھی لغزش ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار کے ذریعے اسے دھو ڈالے۔ کیوں کہ گناہوں کی خواہش اور ان پر اصرار کرنا شیطانی روش ہے۔ نفس کی خواہشات انسان کے روحانی نور کو مدھم کر دیتی ہیں اور گناہوں پر اصرار اس نور کے زوال کا سبب بن کر عقل و دل میں نقص پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے گناہوں سے بچنے اور راہِ حق اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے تاکہ انسان برائیوں سے پاک اور نورِ ایمان سے منور رہے۔

تصفیۂ قلب

انسان کا دل، جو اللہ کی معرفت کا گھر ہے، اس میں اللہ کی نشانیاں چھپی ہوتی ہیں اور انسان کو ان علامات پر غور کرنا چاہیے۔ یہ باطنی مفہوم صوفیانہ تجربات سے جڑا ہے جس میں انسان کو اپنے اندر کی حقیقت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل انسان کے نفس کی حد سے بڑھی ہوئی خود پسندی، دعویٰ اور

39۔ ص، 26/38
40۔ تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص 231

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 4, 2025

باطنی بیماریوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو حقیقت کو دھندلا دیتی ہیں اور انسان کو گمان ہونے لگتا ہے کہ وہ خود کسی عظمت یا حقیقت کا مالک ہے، حالاں کہ وہ سراسر محتاج اور محدود ہے۔ اسی تناظر میں فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾[41] کے تحت امام قشیری بیان کرتے ہیں:

ای وفی انفسکم ایضاً آیات، فمنها وقاحتها فی همتها، ووقاحتها فی صفتها، امنها دعاواها العریضة فیما تری منها وبها، ومنها احوالها المریضة حین تزعم ان ذرة بها او منها۔[42]

"تمہارے اپنے نفسوں میں بھی (اللہ کی) نشانیاں ہیں۔ پس ان میں سے بعض نشانیوں میں اس کی ہمت میں بے باکی ہے، بعض میں اس کی صفات میں بے باکی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں بڑے بڑے دعوے کرتی ہے، ان چیزوں کے بارے میں جو وہ دیکھتی ہے یا جن کے ذریعے دیکھتی ہے۔ ان میں سے کچھ نشانیاں نفس کے بیمار احوال میں ظاہر ہوتی ہیں، جب وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس میں یا اس سے کوئی ذرہ (بھی) ہے۔
"

یہ آیت انسان کی روحانیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان کی اندرونی حقیقت اور اس کی روح کی صفائی اس آیت کا اصل پیغام ہے۔

امام تستری کا تصفیۂ قلب سے متعلق یہی اندازِ فکر ہے کہ خطا پر سرکشی اختیار کرنا اور ڈٹ جانا شیطانیت ہے۔ توبہ کرنا اللہ کو بہت پسند ہے، اللہ ایسے بندوں کو محبوب رکھتا ہے اور توبہ دل کی پاکیزگی کا اہم ذریعہ ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے: ﴿التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ﴾[43] اس کی تفسیر میں امام تستری فرماتے ہیں:

لا شيء في الدنيا من الحقوق ألزم على الخلق من التوبة، فهي واجبة عليهم في كل لحظة وساعة، ولا بلاء عليهم أعظم من فقدان علم التوبة. التوبة هي أن لا تنسى ذنبك. وأول ما يؤمر به المبتدئ أن يتحول من الأفعال المذمومة إلى الأعمال المحمودة، وهي التوبة. ولا تصح توبته حتى يُلزم نفسه بالصمت، ولا يثبت له الصمت حتى يعتاد الخلوة، ولا تتحقق له

41۔ الذٰریٰت، 2/51
42۔ القشیری، لطائف الاشارات، ج3، ص236
43۔ التوبہ، 112/9

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

الخلوة إلا بأكل الحلال، ولا يصح له أكل الحلال حتى يؤدي حقوق الله تعالى، ولا يتم له أداء الحقوق إلا بحفظ الجوارح والقلب، ولا يكمل له ذلك كله حتى يستعين بالله في جميع أحواله۔[44]

"دنیا میں بندوں پر توبہ سے زیادہ کوئی حق لازم نہیں ہے۔توبہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی واجب ہے اور ان پر سب سے بڑی مصیبت توبہ کے علم سے محرومی ہے۔توبہ یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو نہ بھولے۔ابتدائی راہرو کو سب سے پہلے جس چیز کا حکم دیا جاتا ہے،وہ یہ ہے کہ وہ مذموم اعمال سے محمود افعال کی طرف رجوع کرے اور یہی توبہ ہے۔توبہ اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک وہ خود کو خاموشی کا پابند نہ بنائے۔خاموشی اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک وہ خلوت کو لازم نہ پکڑے۔خلوت اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک وہ حلال کھانے کا اہتمام نہ کرے۔حلال کھانا بھی اس وقت درست نہیں ہوتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کرے اور حقوق کی ادائیگی اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اپنے اعضاء اور دل کی حفاظت نہ کرے اور یہ تمام مراتب تب ہی مکمل ہوتے ہیں جب بندہ ہر حال میں اللہ کی مدد طلب کرے۔"

رجوع الی اللہ

امام قشیری نے اپنی تفسیر میں قرآن کی آیات کے ذریعے اللہ کی طرف رجوع کرنے پر خصوصی زور دیا ہے۔ان کا مقصد انسان کو اس بات کا شعور دینا تھا کہ اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز جو ضروری ہے وہ انسان کا اپنے رب پر توکل ہے۔ وہی مضبوط تر ہو تو انسان اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع لاتا اور اپنی ساری امیدیں اسی کی طرف جوڑ دیتا ہے۔ فرمانِ باری:﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾[45] کے تحت لکھتے ہیں:

اذا سالک عبادی عنی فبماذا تجیبهم؟لیس هذا الجواب بلسانک یا محمدﷺ، فانت وان کنت السفیر بیننا وبین الخلق فهذا الجواب انا اتولاه فانی قریب رفع الواسطة من الاغیار عن القربة فلم یقل قل لهم انی قریب بل قال جل شانه: فانی قریب۔[46]

44۔ تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص160

45۔ البقرہ،2/186

46۔ القشیری، لطائف الاشارات،ج2،ص90

OPEN ACCESS
CC BY

Published:
August 4, 2025

"اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو آپ انہیں کیا جواب دیں گے؟ یہ جواب آپ کی زبان سے نہیں ہے، اے محمد ﷺ، اگرچہ آپ ہمارے اور مخلوق کے درمیان سفیر ہیں، لیکن اس سوال کا جواب ہم خود دیں گے، کیوں کہ میں خود قریب ہوں۔ یہاں واسطہ کو قرب کے مقام سے ہٹا دیا گیا، اسی لیے نہیں فرمایا کہ 'آپ کہہ دیں کہ میں قریب ہوں'، بلکہ فرمایا: 'بے شک میں خود قریب ہوں'۔"

یہ آیت اللہ کی قربت کو ظاہر کرتی ہے، اس کا مقصد انسان کو یہ بتانا ہے کہ اللہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے، امام قشیری اس آیت سے انسان کو یہ سبق دیتے ہیں کہ اپنے نفس کی اصلاح اور اللہ کے قریب ہونے کی کوشش میں زندگی گزارنی چاہیے۔ یہ اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ جب بندہ اللہ کی قربت کا سوال کرتا ہے تو اللہ خود براہِ راست جواب دیتا ہے، بغیر کسی واسطے کے، کیوں کہ اس مقام پر رب اور بندے کے درمیان صرف محبت اور حضوری ہوتی ہے۔ امام تستری اسی بات کو بنیاد بنا کر توکل کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مصیبت و امن میں پکاری جانے والی ذات صرف اللہ رب العزت کی ہے۔ وہی ذات ہے جس سے دعا کی جاتی ہے اور وہ مضطر کی دعا سنتا اور قبول کرتا ہے۔ فرمانِ ربانی: ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾[47] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

المضطر هو الذي إذا رفع يديه إلى السماء لا يرى لنفسه حسنة إلا التوحيد، ويكون حاله محفوفاً بالخطر. والمضطر هو الذي يبتدئ بالانقطاع عن الحول والقوة، وعن الأسباب المذمومة. والدعاء نوعان: دعاء المضطر، ودعاء المظلوم، وكلاهما مستجاب لا محالة، سواء أكان الداعي مؤمناً أو كافراً، لقوله تعالى: "أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ."ودعاء المظلوم يرفع فوق الحجب ولا يُرد۔[48]

"مضطر وہ شخص ہے جو جب اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے تو اپنی ذات میں توحید کے سوا کوئی نیکی نہیں پاتا اور اس کی حالت خطرے میں گھری ہوتی ہے۔ مضطر وہی ہے جو اپنی قوت و طاقت اور مذموم اسباب سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ دعا کی دو قسمیں ہیں: ایک مضطر کی دعا اور دوسری مظلوم کی دعا، یہ دونوں دعائیں بلاشبہ قبول کی جاتی ہیں، خواہ دعا کرنے والا مومن ہو یا کافر، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلا وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے؟ اور مظلوم کی دعا تو پردوں سے بلند ہو کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچتی ہے اور رد نہیں کی جاتی۔"

47۔ النمل، 62/27
48۔ تستری، تفسیر القرآن العظیم، ص 212

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 4, 2025

جب کسی انسان کو کسی ضرورت یا حاجت کا سامنا ہوتا ہے، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، اس کا رجوع بلا واسطہ اسی ربِ کریم کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف اس کی دعا کو سنتا ہے بلکہ اس کی حاجت بھی پوری فرماتا ہے، کیوں کہ وہی دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ اگر دنیا میں دعا پوری نہ ہو تو آخرت میں اس کا اجر بندے کی نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

ان کے علاوہ بھی کثیر آیات میں عبادات کے روحانی پہلوؤں پر اشاری نکات ذکر کیے گئے لیکن اختصار کے ساتھ یہاں انہیں چند آیات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

حاصل کلام

مذکورہ تفاسیر میں صرف قرآن کریم کے صوفیانہ پہلو پر روشنی ڈالی گئی اور انتہائی مختصر اور جامع پیرائے میں معانی کو بیان کیا گیا۔ یہ تفسیر اشاری کا ابتدائی دور ہے جس میں ظاہری تفاسیر کے ساتھ اشاری کو بھی فوقیت دی جانے لگی۔ یہ تفاسیر ظاہری اور باطنی معانی کا حسین امتزاج ہیں لیکن اکثر باطنی اور اشاری معانی پر ہی توجہ رہی۔ ان تفاسیر کا اصل مقصد انسان اور رب کے درمیانی تعلق کو مضبوط کرنا اور عرفانِ حق کا حصول تھا۔ انسان کے ظاہری اعمال کی درستی کے ساتھ اس کے تعلق کا رب سے مضبوطی سے جڑا رہنا بھی ضروری ہے تاکہ محبتِ خداوندی انسان کی رگ رگ میں بس جائے اور اسے رب کے کسی بھی حکم سے انکار ممکن نہ رہے۔ اسی محبت کے جذبے کو ابھارنے کے لیے تفسیرِ تستری اور لطائف الاشارات لکھی گئی ہیں۔

تفسیرِ تُستری اور لطائف الاشارات دونوں نے قرآن کے عرفانی پہلو کو اجاگر کیا۔ ان کی مماثلت دراصل صوفیانہ مکتبِ فکر کی مشترکہ روحانی روایت اور باطنی رجحان کی عکاس ہے۔ دونوں تفاسیر قرآن فہمی کو ظاہری عقل سے نکال کر قلبی و روحانی تجربے کا راستہ دکھاتی ہیں۔

CC BY